حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض توحید باری تعالیٰ کا قیام اور نبی کریم ﷺ کی عزت کا دنیا میں قیام ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹؍ستمبر ۱۹۶۹ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ ساری عزتوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم ہیں۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کا فخر اور مخلوقات کا شرف ہیں۔

☆ منافق کی نگاہ دنیا کے حجاب سے پرے نہیں جاتی۔

☆ اللہ تعالیٰ کی صفات کو سمجھ کر اپنے نفسوں میں پیدا کرو۔

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میری بعثت کی اصل غرض یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا میں قائم ہو۔ اس غرض کے نتیجہ میں جس کے لئے آپ مبعوث ہوئے ہم پر چار ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اوّل یہ کہ ہم اپنے نفسوں میں اور اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی توحید قائم کریں۔ علمی لحاظ سے بھی (یعنی عرفان اور معرفت کے لحاظ سے) اور عملی لحاظ سے بھی۔ دوسری ذمہ داری ہم پر یہ عائد ہوتی ہے کہ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ سے دُوری کی راہوں کو اختیار کئے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت انہیں حاصل نہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا عرفان حاصل کرنے میں مدد دیں۔ ان کو تبلیغ کریں۔ اپنی زندگیوں کو کچھ اس طرح بنائیں کہ ہمیں دیکھ کر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کیلئے تیار ہو جائیں اور جب وہ اس بات کے لئے تیار ہو جائیں تو ہم ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت اور عرفان اور وہ علم اور وہ حقائق پیش کریں جو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہمیں عطا کئے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کے حسن و احسان کے جلوؤں سے آشنا کریں۔ تیسری ذمہ داری ہم پر یہ عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنے دلوں میں، اپنی روح میں، اپنے ذہن میں اور اپنے عمل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو قائم کرنے والے ہوں اور چوتھی ذمہ داری ہم پر یہ عائد ہوتی ہے کہ ہم ساری دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو قائم کرنے کے لئے انتہائی کوشش کریں اور اس کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے ہر وقت تیار رہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ فرمایا کہ میری بعثت کی اصل غرض یہ ہے کہ توحید باری تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو دنیا میں قائم کروں تو آپ نے دوسرے الفاظ میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے ایک ایسی جماعت دی جائے گی جو توحید حقیقی پر قائم ہوگی اور جو

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو جاننے اور پہچاننے والی ہوگی اور اس عزت کے لئے ساری ذلتیں قبول کرنے کیلئے تیار ہوگی۔

قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (المنافقون: ۹)

کہ حقیقی عزت کا سچا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

ساری عزتوں کا سرچشمہ اسی کی ذات ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ عزت حاصل کی کہ کسی ماں جائے نے نہ ایسی عزت حاصل کی اور نہ کبھی حاصل کرسکتا ہے۔ پس سب سے معزز خدا تعالیٰ کی نگاہ میں اس عالمین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور آپ کی ذات سب سے معزز اس لئے ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مخلوق میں انسانوں کے لئے اور ان کی روحانی ارتقاء کے لئے اپنی جن صفات کے جلوے دکھائے آپ نے ان صفات کو کامل طور پر اپنے اندر جذب کرلیا اور یہ کام کامل فنا کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ غرض آپ نے اللہ تعالیٰ میں ہوکر زندگی ڈھونڈنے کیلئے اور اس سے حیات پانے کے لئے اپنے اوپر ایک کامل فنا اور ایک کامل موت طاری کی۔ تب آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک حقیقی اور ایک کامل زندگی عطا کی اور چونکہ فنا اور عبودیت کے اس ارفع مقام کو آپ کے سوا اور کسی نے نہیں پایا تھا اور اسی کے نتیجہ میں چونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم تھے اس لئے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ معزز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور آپ کے فیوض کے نتیجہ میں پھر مومنوں نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس عزت کو حاصل کیا جیسا کہ اس آیت میں جو میں نے ابھی پڑھی ہے اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اصل عزت تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔ پھر اس کا مظہر اتم ہونے کی حیثیت میں اس کامل اور مکمل رسول کی ہے جو کامل اور مکمل شریعت لے کر آیا جو تمام انبیاء کا فخر اور تمام مخلوقات کا شرف ہے۔ پھر اس رسول کے طفیل ان لوگوں کو عزت ملتی ہے جو اس پر ایمان لائے اور اس کی تعلیم پر عمل کرتے اور اس سے تعلق محبت کو جوڑتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ اگر تم میری نگاہ میں محبوب بننا چاہتے ہو تو تم میرے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کرو۔ تم اپنے مقام کے لحاظ سے جتنی جتنی اطاعت کی سیڑھیاں چڑھتے چلے جاؤ گے اسی قدر میری محبت تمہیں حاصل

ہوتی چلی جائے گی۔ اگر تم میری نگاہ میں عزت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس پر ایمان لاؤ۔ اس کی کامل اطاعت کرو۔ اس کے مقام کو پہچانو اس عزت عظیمہ کا عرفان حاصل کرو جو اسے میری نگاہ میں حاصل ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کے ہر فعل کو ایک معزز فعل سمجھو اور اس کی اتباع میں اپنی نجات دیکھو تب تم میری نگاہ میں عزت پاؤ گے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلٰـكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ منافق اس بات کو سمجھتے نہیں۔ وہ بڑے بدقسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عزت کو عزت نہیں سمجھتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم جسے چاہیں معزز بنا دیں ہم جسے چاہیں ذلیل کر دیں حالانکہ عزت کا سرچشمہ نفاق نہیں ہے، نہ عقلاً اور نہ شرعاً۔ عزت کا سرچشمہ تو اس خدائے پاک کی ذات ہے جو تمام عزتوں کا مالک ہے لیکن منافق جس کی نگاہ دنیا کے حجاب سے پرے نہیں جاتی دنیا میں اُلجھی رہتی ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ ہم مختلف قسم کا پروپیگنڈا کر کے یا مختلف قسم کی سازشیں کر کے یا منصوبے باندھ کر جس کو چاہیں گے عزت دیں گے اور جس کو چاہیں گے ذلیل کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسا نہیں ہوسکتا۔ تم جاہل ہو تم کو پتہ نہیں کہ عزت اس کو ملتی ہے جس کا تعلق عزت کے سرچشمہ سے ہوتا ہے۔ اگر تم اپنا تعلق عزت کے اس سرچشمہ سے قائم نہیں کرو گے۔ اگر تم اپنا رشتہ اطاعت اور رشتہ محبت اس سرچشمہ سے نہیں جوڑو گے، اگر تم اس انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور پیار اور اطاعت اور فرمانبرداری اور جاں نثاری کا تعلق قائم نہیں کرو گے جس کے طفیل اب ساری عزتیں تقسیم ہوں گی تو پھر تمہیں یا تمہارے منصوبہ کے نتیجہ میں کسی اَور کو کوئی عزت نہیں مل سکے گی۔

توحید کے قیام کے لئے جیسا کہ میں نے کہا ہے دو ذمہ داریاں ہیں۔ (۱) اپنے نفسوں میں توحید کو قائم کرنا (۲) دنیا میں توحید کو قائم کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کے جلوے تو بے شمار ہیں وہ گنے نہیں جاسکتے۔ اس کی صفات بھی بے شمار ہیں لیکن جن صفات کو اس نے ہماری زندگی میں ظاہر کیا ہے ان میں سے چار اُمہات الصفات کہلاتی ہیں۔ یعنی اس کا ربّ ہونا، اس کا رحمٰن ہونا، اس کا رحیم ہونا اور اس کا مالک یوم الدین ہونا۔ اگر ہم ان چار صفات کو پوری طرح سمجھنے لگیں، اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے اور اس حقیقت کا اظہار ہم پر ہو جائے کہ ربّ کے کیا معنی ہیں۔ رحمٰن کی صفت کے جلوے کس طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ رحیمیت اپنا ظہور کس طرح کرتی ہے اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اپنے قادرانہ تصرف کو دنیا کے سامنے کس طرح پیش کرتا ہے تو دوسری صفات کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس لئے سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے ان چار اُمہات الصفات کو بیان کیا اور ان کی طرف توجہ دلائی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اللہ تعالیٰ کے اس منشاء کے مطابق ہم پر بڑا زور دیا کہ ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرو اور ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کا حکم اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت حاصل کریں کیونکہ اگر ہم ان اُمہات الصفات کو جو تعداد میں چار ہیں خود نہ سمجھیں اور ہماری عقل میں ان کی کیفیت اور ان کی ماہیت (جس حد تک ہماری سمجھ ہے) نہ آئے تو ہم اس کے مطابق اپنی زندگی میں وہ صفات کیسے پیدا کر سکتے ہیں۔ صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کیلئے ان صفات کی معرفت کا حصول ضروری ہے ورنہ ہم اپنی زندگیوں میں ان صفات کے پیدا کرنے کی نتیجہ خیز اور ثمر آور کوشش نہیں کر سکتے۔

رَبُّ الْعَالَمِیْنَ کے معنی بڑے وسیع ہیں اس وقت میں اس صفت کے متعلق صرف ایک اصولی بات بیان کرنا چاہتا ہوں اور وہ بات یہ ہے کہ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ کے معنی ہیں پیدا کرنے کے بعد تکمیل کا متکفل ہو جانا یعنی جو فطری مطلوب تھا اس کو پورا کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو کسی خاص غرض کے لئے پیدا کیا ہے۔ انسان کو جس غرض کے لئے اس نے پیدا کیا ہے اور اس غرض کے حصول کے لئے اس کو جن قوٰی کے ساتھ پیدا کیا ہے ان قوٰی کے تدریجی ارتقاء کے بعد ان کو کمال تک پہنچانے کی ذمہ داری اس نے اپنے اوپر لی ہے۔ اس معنی میں وہ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ہے۔

ذمہ داری اس معنی میں اس نے اپنے پر لی ہے کہ اس نے فرمایا کہ میں رحمٰن ہوں تمہاری تکمیل کے لئے اور جس غرض کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے اس کے حصول کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت ہے وہ میں تمہیں دوں گا۔ انسان کو اللہ کا بندہ بننے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور حقیقی معنی میں ایک عبد ہونے کے لئے جس جسمانی قوت یا روحانی طاقت و استعداد کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے وہ طاقت اسے دی اور اس کی نشو و نما کے لئے جن اسباب مادیہ کی ضرورت تھی وہ اسباب مادیہ پیدا کئے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کے جلوے ہم پر ظاہر ہوئے۔ ہمارے لئے وہ جلوے اس وقت بھی ظاہر ہوئے کہ ابھی زمانہ کروڑوں سال بعد ہماری پیدائش کا منتظر تھا مگر خدائے علام الغیوب کو چونکہ ہمارا پتہ تھا کہ اس طرح ہم اس کی مشیت سے پیدا ہونے والے ہیں اس لئے کروڑوں اربوں سال پہلے جن چیزوں کی ہمیں اس وقت پیدائش کے بعد ضرورت تھی اور جن کی پیدائش پر کروڑوں اربوں سال گزر جانے تھے وہ کروڑوں اربوں سال پہلے پیدا کر دیں۔

رحمانیت کے جلوؤں میں بڑا ہی حسن و احسان ہمیں نظر آتا ہے۔ ہر چیز جو ہمیں ملی یہ زمین اور اس کا

جو فاصلہ سورج اور چاند سے ہے پیدا کی اور پھر زمین میں یہ قابلیت رکھی کہ وہ پانی کے بعد اس قسم کی غذا پیدا کرتی ہے کہ جو ہمارے جسم کو متوازن غذائیت (Nutsition) دے سکے۔ متوازن غذا دے سکے اگر زمین میں مثلاً تیزاب جو ہماری غذا کا ایک حصہ ہے اتنا ہوتا جتنا اس وقت اس میں سٹارچ (Starch) یعنی نشاستہ ہے تو یہ غذا ہم کھا کر زندہ نہ رہ سکتے۔ غرض ہمارے جسموں کو جس متوازن طیب غذا کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے اس زمین میں وہ خصوصیات پیدا کیں کہ وہ ایک خادم کی حیثیت سے اس متوازن غذا کے ہمارے لئے سامان کرے۔ پھر رحیمیت ہے رحیمیت کے معنی ہیں کہ متضرعانہ دعاؤں اور اعمالِ صالحہ کو قبول کرتے ہوئے ان کا اچھا اور نیک بدلہ ہمیں دیتا ہے۔ ہماری متضرعانہ دعاؤں اور اعمال صالحہ میں بہت سے نقائص رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پردہ پوشی کرتا ہے اور جو نقص رہ جاتا ہے اس کو دُور کر دیتا ہے تا عملِ صالح ضائع نہ ہو۔ غرض رحیمیت کے معنی میں پردہ پوشی کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور رحیمیت کے معنی میں یہ بات بھی پائی جاتی ہے کہ عمل صالح کا نیک نتیجہ جس صورت میں نکل سکتا تھا عمل وہاں تک نہیں پہنچا اس میں کچھ نقص رہ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحیمیت اس نقص کو دور کرتی ہے اور اس طرح چشم پوشی سے کام لے کر عمل صالح کا وہ نتیجہ نکال دیتی ہے جو اس کا بہتر نتیجہ (ثمرہ حسنہ) نکلنا چاہئے تھا۔ غرض چشم پوشی کرنا اور نقص کو دور کرنا تا تضیع اعمال نہ ہو۔ اعمال صالح ضائع نہ ہو جائیں۔ رحیمیت کا کام ہے۔ انسان اپنی انتہائی کوشش اور اپنی نہایت عاجزانہ دعاؤں کے باوجود اس بات پر یقین نہیں کر سکتا اس بات پر تسلی نہیں پا سکتا کہ اس کے اعمال میں کوئی نقص نہیں رہ گیا۔ اگر خدا تعالیٰ کی رحیمیت کے جلوؤں میں اس نقص کو دور کرنے اور چشم پوشی کے جلوے شامل نہ ہوتے تو ہمارے نیک اعمال کا نیک نتیجہ ہرگز نہ نکلتا۔ غرض اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کا نیک نتیجہ نکالتا ہے اور اس نیک نتیجہ کے نکالنے میں جس حد تک چشم پوشی کی ضرورت ہوتی ہے وہ چشم پوشی کرتا ہے اور جس حد تک ہمارے اعمال کے نقائص کو دور کرنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ ان نقائص کو دور کرتا ہے اور ہمارے اعمال اور ہماری دعاؤں کا نیک نتیجہ نکال دیتا ہے۔

پھر نیک نتیجہ رحیمیت کے جلوؤں میں صرف استحقاق پیدا کرتا ہے۔ جس طرح ایک طالب علم جب امتحان دیتا ہے تو اس کی کوششوں کا نیک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ بی۔اے یا ایم۔اے پاس کر لیتا ہے۔ یہ ایک نتیجہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دعائیں کرنے والے اور محنت کرنے والے طلباء کی کوششوں کا

نکالتا ہے۔لیکن بی ۔اے پاس کر لینا یا ایم ۔اے پاس کر لینا جو نتیجہ ہے یہ پورا بدلہ نہیں ہے بلکہ اس نتیجہ سے بدلہ کا استحقاق پیدا ہوتا ہے یعنی بی ۔اے پاس کرنے کے بعد جس قسم کی نوکری کسی کو مل سکتی ہے اس قسم کی نوکری اسے مل جانی چاہئے ۔ایم ۔اے پاس کرنے کے بعد جس قسم کی نوکری اُسے مل سکتی ہے وہ نوکری اُسے مل جانی چاہئے ۔ یہ نتیجہ ہے جو رحیمیت کے جلوؤں کے بعد کسی کے اعمال کا نکلتا ہے یعنی ایک استحقاق پیدا ہو جاتا ہے لیکن دنیا میں استحقاق پیدا ہونے کے باوجود وہ بدلہ نہیں ملتا جس کا وہ استحقاق مطالبہ کر رہا ہوتا ہے۔ ہزاروں بی ۔اے اور ایم ۔اے مارے مارے پھر رہے ہیں اور انہیں کوئی پوچھتا نہیں ۔ابھی کراچی کے قیام کے دوران مجھے ایک احمدی دوست نے بتایا کہ میں سڑک پر جا رہا تھا کہ اچانک میری نظر سڑک پر کام کرنے والے مزدوروں پر پڑی ۔وہ مزدور اِدھر اُدھر سے مٹی اُٹھا کر سڑک پر ڈال رہے تھے ۔میں نے دیکھا کہ ان میں سے ایک مزور عام مزدوروں کی طرح کا نہیں ۔اس میں کوئی ایسی بات پائی جاتی تھی کہ اس نے میری توجہ کو جذب کر لیا۔ یہ مزدور مجھے پڑھا لکھا معلوم ہوتا تھا۔ یہ ان کا تاثر تھا بہر حال انہوں نے مجھے بتایا کہ میں نے اپنی کار کھڑی کر لی اور اس مزدور کے پاس گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے بتایا کہ میں بی ۔اے پاس ہوں لیکن نوکری نہیں ملتی اس لئے میں نے سڑک کوٹنے یا سڑک پر مٹی ڈالنے کی مزدوری کر لی ہے ۔پس اگر دنیا رحیمیت کے جلوؤں کے پرتو کے نیچے کسی طالب علم کو پاس کر دے (یعنی کوئی مثلاً بی ۔اے پاس کر لے) تو کر دے لیکن ضروری نہیں کہ دنیا مالکیت یوم الدین کا نتیجہ ظاہر کرنے کی طاقت بھی رکھتی ہو۔ خیر اللہ تعالیٰ نے اس احمدی افسر کے ذریعہ اپنی مالکیت کا جلوہ دکھانا تھا چنانچہ اُنہوں نے اس مزدور کو کہا کہ میں فلاں فیکٹری میں ہوں تم وہاں میرے پاس آ جانا میں تمہارے لئے کوئی نوکری تلاش کروں گا ۔ چنانچہ وہ مزدور دوسرے دن ان کے پاس گیا اُنہوں نے اس کے لئے کوئی جگہ معلوم کرنے کی کوشش کی ۔انہیں معلوم ہوا کہ اس وقت فیکٹری میں کوئی ایسی جگہ خالی نہیں جہاں کسی بی ۔اے پاس کو لگایا جائے ۔اس لئے انہوں نے اس کو ایک ایسے مزدور کی جگہ دلوا دی جس کو فیکٹری دس روپے یومیہ دیتی تھی ۔ممکن ہے کہ وہ باہر تین چار روپیہ لے رہا ہو اور اس طرح اسے قریباً تین سَو روپے ماہوار کی نوکری مل گئی ۔

غرض اللہ تعالیٰ صرف رحیم نہیں یعنی یہ نہیں کہ جو شخص امتحان دے وہ صرف اس کا نتیجہ نکال دے اور اسے پاس کر دے بلکہ وہ مَـــالِكِ يَـوْمِ الـدِّيْـنِ ہے ۔ویسے تو بندہ بڑا ہی عاجز ہے ۔اللہ تعالیٰ ہی اپنی

رحمت کے نتیجہ میں اس کی دعاؤں کو قبول کرتا اور اس کی کوششوں کو سراہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ایک استحقاق پیدا کر دیتا ہے یعنی وہ کہتا ہے تمہارا میں نے یہ حق قائم کر دیا ہے پھر وہ اس سے وہ حق چھینتا نہیں بلکہ جو حق رحیمیت کے جلوے نے قائم کر دیا تھا وہ حق اسے دیتا ہے اس کے سامان پیدا کرتا ہے۔

ایک تو ہمیں یہ معرفت حاصل ہونی چاہئے کہ سوائے اللہ کے کوئی ذات ایسی نہیں جو تربیت کی متکفل ہو جو نشو ونما کو کمال تک پہنچانے کی ذمہ داری لیتی ہو۔ ماں باپ بھی یہ ذمہ داری نہیں لے سکتے۔ کتنے ماں ماپ ہیں جن کے بڑے ذہین بچے ہوتے ہیں لیکن وہ ان کی تربیت نہیں کر سکتے دنیا کی کوئی مخلوق بھی یہ تربیت نہیں کر سکتی لیکن ہمیں انسان کی بات کرنی چاہئے اللہ تعالیٰ نے اسے اشرف المخلوقات کے مقام پر کھڑا کیا ہے۔ کوئی انسان اس معنی میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر ربوبیت نہیں کر سکتا۔ انسان اگر یہ کہے کہ میں اپنے زور سے یہ کروں گا تو وہ نہیں کر سکتا۔ بہتوں نے دعویٰ کئے لیکن وہ اپنے دعوؤں کو سچا کر کے نہ دکھا سکے۔ آپ روس کے کمیونزم کو لے لیں آپ سوشلسٹ ممالک کے سوشلزم کو لے لیں آپ سرمایہ دارانہ حکومتوں کے دعاوی کو لے لیں کسی جگہ بھی آپ کو یہ نظر نہیں آئے گا کہ ہر شخص کی اس معنی میں ربوبیت ہو رہی ہے۔ بعض کی وہ ربوبیت کرتے ہیں مثلاً فیورٹزم (Favouritims) ہے لیکن یہاں بعض کا سوال نہیں یہاں سوال یہ ہے کہ وہ ہر مخلوق کی تربیت کے متکفل ہوں اور ایسا وہ نہیں کرتے بلکہ انہوں نے تو مزدور کی تنخواہ اور ڈیلی ویجز (Daily Wages) کے ساتھ ایسا قانون باندھ دیا ہے کہ کم ہی مزدور ہیں جن کے حقوق انہیں ملتے ہیں جن کی ربوبیت کے یہ لوگ متکفل کہلائے جا سکتے ہیں۔ یعنی وہ کہتے ہیں کہ ہم تمہاری جسمانی اور روحانی استعدادوں کی نشو ونما کریں گے اور اس کے لئے تمام سامان مہیا کرنے کے ہم ذمہ دار ہیں لیکن وہ عملاً ایسا کر نہیں سکے۔ غرض ربوبیت کی صفت کے اندر جو یہ ذمہ داری ہے یہ کہیں نہیں پائی جاتی صرف خدا کے بندوں میں ہمیں یہ نظر آ سکتی ہے اور جو دوسری ذمہ داری ہم پر ہے اس کے ماتحت ہمیں خدا کا بندہ بننا چاہئے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی توحید کو قائم کرنا چاہتے ہیں تو محض اس کی صفات کا عرفان کافی نہیں بلکہ اپنے اندر ان صفات کو پیدا کرنا بھی ضروری ہے ورنہ تو یہ ایک فلسفہ ہے جس کا حسن اور نہ احسان غیر کا دل موہ لینے کے قابل ہے جب تک وہ حسن اور احسان کا جذبہ ہمارے اندر پیدا نہ ہو اس وقت تک ہم دنیا میں توحید کو قائم نہیں کر سکتے۔

پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ ربوبیت کی صفت اپنے اندر پیدا کرے اور جس حد تک اللہ تعالیٰ نے

اسے توفیق اور طاقت عطا کی ہے وہ اپنے دائرہ میں پرورش کا متکفل ہو مثلاً اگر وہ خاندان کا بڑا فرد ہے تو وہ اپنی استعداد کے مطابق پرورش کا متکفّل ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی استعداد سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا اور پھر جماعت کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے بھی وہ ربوبیت کی صفت اپنے اندر پیدا کرے۔ جماعت بحیثیت جماعت اپنے اندر ربوبیت کی صفت پیدا کرنے کیلئے۔ اس لئے کوشش کرے کہ وہ سمجھے کہ دنیا میں ہم نے توحید باری کو قائم کرنا ہے اور جب تک ہم اپنے نظام میں، اپنے کام میں اور اپنے عمل میں ربوبیت کی صفت پیدا نہیں کریں گے ہم دنیا میں توحید کو قائم نہیں کر سکتے۔ غرض جس وقت تک ہر فرد جماعت بحیثیت ایک فرد جماعت، جماعت کے کام میں اپنی ذمہ داری کو نہ نباہے اس وقت تک توحید حقیقی دنیا میں قائم نہیں ہوسکتی۔

پس ہم پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم ربوبیت کی صفت انفرادی حیثیت میں بھی اور اجتماعی طور پر بھی اپنے اندر پیدا کریں۔ پھر رحمانیت کے جلوے ہیں۔ ہمارے پہلوں نے بڑی خوبصورتی اور بڑے حسن کے ساتھ ان جلوؤں کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کا واقعہ ہے کہ آپ نے ایک بچے کو روتے دیکھا تو دریافت کیا کہ یہ کیوں روتا ہے۔ اس بچے کی ماں نے بتایا کہ چونکہ دودھ پیتے بچے کا راشن منظور نہیں کیا جاتا اس لئے میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے۔ اب بچہ گندم یا کھجوریں وغیرہ نہیں کھا سکتا لیکن چونکہ دودھ چھڑانے کے نتیجہ میں اس کی جسمانی تربیت اور نشوونما پر ایک بُرا اور گندہ اور مہلک اثر پڑتا ہے اور اس کا اثر پھر روحانی تربیت پر بھی پڑے گا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خدائے رحمٰن کی صفت کو اپنے نظام میں جاری فرمایا اور دودھ پیتے بچوں کے لئے راشن مقرر کر دیا۔ ہم سینکڑوں نہیں ہزاروں مثالیں ایسی دے سکتے ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم ہر وقت چوکس اور بیدار رہتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے جلوے دنیا کو ان کی زندگی میں اور ان کے نظام میں نظر آئیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے حسن اور اس کے احسان سے دنیا متعارف ہو جائے اور اس کی طرف کھنچی چلی آئے اور غیر اللہ کے سارے رشتے اس کے نتیجہ میں کٹ جائیں اور صرف خدائے واحد و یگانہ کے ساتھ تعلق اطاعت اور تعلق عبودیت اور تعلق غلامی قائم ہو اور قائم رہے۔

یہ ذہنیت ہماری جماعت میں پیدا ہونی چاہئے اگر یہ ذہنیت ہماری جماعت میں پیدا نہ ہو اور اگر ہم

انفرادی اوراجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کے جلوے دنیا کو نہ دکھا سکیں تو ہم اللہ تعالیٰ کی توحید کو بھی دنیا میں قائم نہیں کر سکتے جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ اس کے علاوہ میری اور کوئی غرض نہیں کہ میں توحید باری قائم کرنا چاہتا ہوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت قائم کرنا چاہتا ہوں۔

رحیمیت کے جلوے بھی (جیسا کہ میں نے کہا ہے) ہمیں دکھانے چاہئیں، مالکیت کے جلوے بھی ہمیں دکھانے چاہئیں۔ اگر آپ غور کریں تو آپ بھی میری طرح اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اگر ہم اپنی زندگیوں میں اللہ تعالیٰ کی ان چاروں اُمہات الصّفات کے جلوے دکھانے میں کامیاب ہو جائیں تبھی اور صرف اسی صورت میں ہم خدا تعالیٰ کی توحید کو دنیا میں قائم کرنے میں کامیاب ہوسکیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ کی توحید کے قیام کے سلسلہ میں ہماری ایک ذمہ داری تو یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت حاصل کر کے اپنی زندگی میں ان صفات کو قائم کر دیں اور دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم دنیا میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے جلوے اپنی زندگی میں دکھا کر دنیا کو اللہ تعالیٰ کے حسن واحسان کے جلوے دکھانے کے بعد اس کی معرفت کے حصول کا ذریعہ بنیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید قائم ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ عزت عطا کی ہے کہ انسان کا تصور بھی اس عظیم عزت کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو دنیا میں قائم کرنے کا یہ مطلب ہے کہ ہم آپؐ کے ہر قول اور ہر فعل کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں۔ آپ کے ہر قول کو اللہ تعالیٰ کے کلام یعنی قرآن کریم کی تفسیر سمجھیں اور آپ کے ہر فعل کو ایسا حسین سمجھیں کہ اس کو اپنے لئے اُسوہ اور ایک قابل تقلید نمونہ سمجھیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اگر ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کو، آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اپنے لئے اُسوہ نہ سمجھیں اور اس کی بجائے کوئی اور نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں تو اس کا صاف مطلب ہے کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو نہ سمجھا اور نہ اُسے قائم کرنے کی کوشش کی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل کو جیسا کہ وہ حسین ہے اور احسان کرنے والا ہے سمجھنے لگیں اور اپنی زندگی کیلئے اسے نمونہ بنائیں اور اس طرح پر دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو قائم کرنے کی کوشش کریں تو دنیا بڑی جلد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن واحسان کی گرویدہ ہو جائے گی۔ کیونکہ اس وقت دنیا میں حقیقی معنی میں نہ کہیں حسن نظر آتا ہے اور نہ کہیں کوئی محسن نظر آتا ہے۔

محسن حقیقی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ جسمانی اور دنیوی طور پر بھی اور روحانی اور اُخروی لحاظ سے بھی آپ ہی کی ذات محسن اعظم ہے اور آپ ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو انسان نے اس رنگ میں اور اس شان میں اور اس حسن میں اور اس احسان میں پہچانا اور اس سے تعلق رکھا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی ذات کے لحاظ سے بھی اور اپنی صفات کے لحاظ سے بھی بے مثال و مانند ہے لیکن اس کے قریب تر اور اس کے مشابہ تر جو وجود پیدا ہوا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تھا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کہا۔ میری صفات کے مظہر اتم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم ہیں اگر ہم آپ کی زندگی کے ہر پہلو کو اپنے لئے اُسوہ اور نمونہ سمجھیں اور بنائیں تو اپنی استعداد کے مطابق ہم بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر ہوں گے اور ایک لحاظ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو دنیا میں قائم کرنے کا موجب بنیں گے اور دوسرے لحاظ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو دنیا میں قائم کرنے کا وسیلہ بنیں گے۔

پس جماعت کو یہ نہ بھولنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی اصل غرض یہی ہے کہ دنیا میں توحید کو قائم کیا جائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو قائم کیا جائے۔ یہ ایک چھوٹا سا فقرہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لیکن اس چھوٹے سے فقرہ میں جیسا کہ میں نے ابھی مختصراً بیان کیا ہے ہم پر بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کی صفات کو سمجھ کر اپنے نفسوں میں انہیں پیدا کرنا (۲) ان صفات کا اپنے نفسوں میں جلوہ دکھا کر دنیا کو اللہ تعالیٰ کی صفات سے متعارف کروا کر انہیں اس طرف لے کر آنا کہ وہ بھی اپنی زندگیوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات پیدا کریں (۳) تیسری ذمہ داری ہم پر یہ عائد ہوتی ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو اپنے نفسوں میں قائم کرنے والے ہوں یعنی ہمارے ہر قول اور ہر فعل سے یہ ثابت ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی اب بنی نوع انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساری عزتوں کا سرچشمہ ہیں اور ہر فیض کی کنجی آپ کو عطا کی گئی ہے۔ آپ کا وجود خدا نما ہے اور اللہ تعالیٰ کو پانے کے لئے اس کی صفات کی معرفت حاصل کرنے اور اس کے قرب کو پالینے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کی اطاعت ضروری ہے ہمیں چاہئے کہ ہمارا ہر فعل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کے مطابق ہو ورنہ دنیا یہ کہے گی کہ تم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فلاں اُسوہ کی پیروی نہ کر کے آپ کی عزت پر یہ دھبہ لگایا ہے۔ تمہارے نزدیک وہ فعل خدا کی نگاہ میں اتنا

معزز نہیں تھا کہ اس کی پیروی کی جائے۔ غرض ہمارے فعل کے نتیجہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر دنیا کی نگاہ میں نعوذ باللہ ایک داغ پیدا ہوتا ہے حقیقتاً تو وہ داغ نہیں ہوتا کیونکہ اس داغ کے ہم ذمہ دار ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذمہ دار نہیں لیکن دنیا کی نگاہ میں ایک داغ پیدا ہوتا ہے۔ دراصل یوں سمجھنا چاہئے کہ اس کے نتیجہ میں دنیا کی آنکھ میں ایک دھبہ پیدا ہوتا ہے۔ جب کوئی دنیا دار اپنی اس داغدار آنکھ کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے تو وہی دھبہ جو اس کی آنکھ کا ہے آپ کی شخصیت پر بھی اسے نظر آتا ہے جیسے بڑی عمر کے اور بوڑھے لوگ بعض دفعہ یہ کہتے ہیں کہ ہماری نظر دھندلا گئی ہے یعنی ہر چیز ہمیں دھندلی دھندلی نظر آتی ہے حالانکہ وہ چیز دھندلی نہیں ہوتی بلکہ جو آنکھ دھندلا گئی ہے اس کا اثر اس کے نفس پر یہ پڑا کہ وہ چیز اُسے دھندلی نظر آئی۔ پس ہماری غلطی کے نتیجہ میں یہ نگاہ جس کو ہم نے داغدار کیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک داغ دیکھتی ہے۔ گو یہ حقیقت ہے کہ وہ داغ وہاں نہیں ہے بلکہ اس آنکھ میں داغ ہے لیکن اس کا نتیجہ تو اتنا ہی بھیانک اور خطرناک ہے جتنا نعوذ باللہ اس صورت میں ہوتا کہ اگر ممکن ہوتا تو اس کی نظر کی طرح آپ کی شخصیت پر بھی داغ ہوتا کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جس کو ہماری آنکھ داغدار دیکھتی ہے اس کی ہم پیروی کیوں کریں اور قصور ہمارا ہوتا ہے کیونکہ ہم نے اپنی غفلت اور بے توجہی کے نتیجہ میں اور اپنی سستیوں اور اُن وساوس کے نتیجہ میں جو شیطان نے ہمارے دل میں پیدا کئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو چھوڑ دیا ہم نے آپ کے بعض نمونوں کو چھوڑ دیا اور اس طرح پر ہم اس چیز میں کامیاب نہ ہوئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا میں قائم کریں۔ یہ ایک بڑا نازک معاملہ ہے۔ بڑی اہم ذمہ داری ہے جو ہم پر عائد کی گئی ہے۔

ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہم اپنی زندگیوں کے ہر پہلو میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کا حسن واحسان پیدا کرنے کی کوشش کریں تا اس کے نتیجہ میں یہ اندھی دنیا خدا کے فضل سے روشنی حاصل کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو پہچاننے لگے اور اس طرح پر وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حقیقی عزت کا مالک بنایا تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں عزتوں کی تقسیم کیلئے ایک منبع قرار دیا تھا اس کو پہچاننے لگیں اور اس کے طفیل اور اس کے ذریعہ سے اور اس کی قوت قدسی کے نتیجہ میں اور اس کے افاضۂ روحانی کے بعد اللہ تعالیٰ کی عزت کو پہچاننے لگیں جو اصل عزتوں کا مالک ہے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۶ را کتوبر ۱۹۷۰ء صفحہ ۳ تا ۷)